بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عِلمِ غیبُ

قرآنِ حکیم کی روشنی میں

تالیف

فاضل العصر اسعد العلماء مولانا مولوی حضرت ابو سعید سید محمود صاحب تشریف اللّٰہی

(سیکنڈ ایڈیشن Second Edition)

ناشر:- فقیر ابو الفیض سید سعید الحق شاہین تشریف اللّٰہی غفرلہٗ

سلسلۂ مکتوباتِ محمود نمبر (3)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عِلمِ غیب

قرآنِ حکیم کی روشنی میں

رسالۂ نگار کے اعتراض پر ایک نظر

تالیف

فاضل العصر اسعد العلماء مولانا مولوی حضرت ابو سعید سید محمود صاحب تشریف اللّٰہی

ناظمِ مدرسۂ جانشین سجادگانِ مہدویہ

شعبۂ اشاعت مجلسِ تنظیم المہدویہ حیدرآباد دکن نے شایع کیا 1359ھ ہجری کتبہ سید محمد مہدوی

(Second Edition سیکنڈ ایڈیشن)

وَ مَا کَانَ اللہُ لِیُطۡلِمَکُمۡ عَلَی الۡغَیۡبِ وَ لٰکِنَّ اللہَ یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ص

(سورۃ اٰل عمران-179)

ترجمہ:- اور اللہ یوں نہیں کہ غیب کی باتوں پر تم کو آگاہ کر دے لیکن (کسی کو آگاہ کرنا چاہتا ہے تو) اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

مُبَسۡمِلاً وَّ مُحَمَّدًا وَّ مُصَلِّیًا

"علمِ غیب" سے متعلق بڑے بڑے مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں اور جلیل القدر علماء متقدمین نے اپنی اپنی تصانیف میں تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ اور اِسلام کے بعض فرقوں سے اِس مسئلے پر معرکتہ الآرا مناظرے بھی ہوئے ہیں کیونکہ یہ بھی اہم مسائل میں داخل ہے۔ اصل یہ ہے کہ "علمِ غیب" سے متعلق قرآنِ مجید میں جتنی آیات اور احادیثِ شریفہ میں جتنی روایات ہیں اُن کا اندازِ بیان اپنے اپنے موقع و محل کے اعتبار سے جدا جدا واقع ہوا ہے جن کی باہمی تطبیق میں بعض لوگوں نے غلطی کی اور بعضوں نے رائے قائم کرنے میں اتنی بے التفاتی برتی ہے کہ اُن سے احادیثِ متواترہ ہی نہیں بلکہ آیاتِ کلام اللہ تک چھوٹ گئیں۔

چنانچہ "رسالۂ نگار" ماہ فبروری 1935ء ہجری شمارہ 2 جلد 20 میں مسئلۂ مہدیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"بات یہ ہے کہ پیشگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابلِ لحاظ نہیں کیونکہ "علمِ غیب" کے جاننے سے خود رسول اللہ نے صراحتہً انکار کیا ہے۔ اور اِس نوع کی روایات "صرف پروپاگنڈہ" کے لیے وضع کرلی گئی ہیں۔"

"نگار" نے پیشگوئیوں کی احادیث کو دو وجہ سے ناقابلِ لحاظ ٹھہرایا ہے ایک تو یہ کہ خود رسول اللہؐ نے علمِ غیب کے جاننے سے انکار کیا ہے "دوسری یہ کہ ایسی روایات کوئی اصلیت نہیں رکھتیں بلکہ محض پروپاگنڈا کے لیے وضع کرلی گئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ "نگار" نے مسئلۂ مہدیت کے متعلق ابنِ خلدون کے خیالات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ غور کرنا چاہیے تھا کہ بڑے بڑے مفسرین و محدثین و اکابرِ اسلام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مقابلے میں ایک مورخ کے اِن ذاتی خیالات کو جو اُس کی ناقص دِرایت پر مبنی ہیں کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے۔ آخر بزرگانِ سلفِ صالحین سے بے التفاتی کا نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ کی احادیثِ متواترہ اور کلام اللہ کی آیاتِ واضحہ کا انکار لازم آرہا ہے! کیونکہ علمِ حدیث سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر مخفی نہیں کہ پیشگوئیوں کی کئی احادیث ایسی مستند اور متواتر موجود ہیں کہ جن کی صداقت کا انکار نقل و عقل کے خلاف ہے بلکہ احادیث کا ایک ذخیرہ ایسا بھی ہے کہ جس کی مطابقت و تائید قرآنِ مجید کی آیات سے ہوتی ہے۔ اور خصوصاً حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے متعلق متعدد احادیث ہیں جن میں صرف علاماتِ مہدی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن آمدِ مہدی علیہ السلام میں تو سب متفق ہیں۔ اِسی لیے علماء کرام مجیئ مہدیؑ کی خبروں کو متواتر ماننے پر مجبور ہوئے ہیں۔

غرض ایسی مہتم بالشان روایات کی نسبت یہ کہہ دینا کہ "اِس نوع کی روایات صرف پروپاگنڈا کے لیے

وضع کرلی گئی ہیں" اُصولِ منقول کے خلاف ہے اور غیر معقول! کیونکہ مہدیؑ سے متعلق جو روایات ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ راویوں کے زمانے اور ظہورِ مہدیؑ کے زمانے میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف پروپاگنڈا کے لیے بعثتِ مہدیؑ کی روایات وضع کرلی ہوں، بتائیے کہ ایسی روایات کے وضع کرنے سے اُن لوگوں کو اُن کی ضروریات و مصالح میں کیا فائدہ حاصل ہوا ہوگا جن کا وقوع صدیوں بعد ہونے کی خبر دی گئی ہے؟!!! کیا واضعینِ رویات کا ایسا کوئی مقصد بتایا جاسکے گا؟ چونکہ اِس وقت ہمارا مقصود و بیان اور ہے اِس لیے ہم اِس پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔

سرِ دست "نگار" کا یہ قول زیرِ بحث ہے کہ:-

"بات یہ ہے کہ پیشگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابلِ لحاظ نہیں کیونکہ "علمِ غیب کے جاننے سے خود رسول اللہ ﷺ نے صراحتہً انکار کیا ہے۔"

یہاں "نگار" نے حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے مستند فرامین و خصوصیات کے ایک اہم حصے کو نا قابلِ لحاظ قرار دینے کی حیرت انگیز جراءت کی ہے جس سے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی تائیدِ غیبی اور تعلیمِ وہبی کا بھی انکار ظاہر ہو رہا ہے۔!!!

اور یہ ایسی بحث ہے کہ اِس کو طے کیے بغیر، عام پیشگوئیوں اور ذاتِ مہدیؑ و ضرورتِ ذاتِ مہدیؑ کی احادیث وروایات پر بحث و تمحیص اور مذہبِ مہدویہ سے متعلق "نگار" کے دیگر اعتراضات پر ردّ و قدح سب کچھ بے سود رہ جاتے ہیں۔ اِس لیے ہم اِس حصۂ مضمون پر بحث کرنا مقدم اور ضروری سمجھتے ہیں اور ناظرین کرام سے التماس کرتے ہیں کہ ہمارے اِس مضمون کو نہایت غور و تامل سے ملاحظہ فرمائیں کیونکہ ہم نے اِس کو جواب کے ساتھ ساتھ مفیدِ عام بنانے کا زیادہ خیال رکھا ہے۔

فقیر محمود غفرلہٗ

حَامِداً وَّ مُصَلِّیًا

"علمِ غیب" کا مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ انسان کن کن ذرائع سے علم حاصل کرتا ہے۔اِس کے بعد علمِ غیب کے معنی اور اُس کا مفہوم خود بخود نہایت سہولت کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے۔

واضح ہو کہ "علم" جاننے کو کہتے ہیں۔اِس میں شک نہیں کہ لکھنا پڑھنا علم کے اہم ذرائع ہیں لیکن نفسِ علم نہیں ہیں۔اِس لیے علم سے مراد صرف "جاننا" ہے اور یہی معنی ذہن نشین رکھنا چاہیے۔اِنسان کو علم وساطت سے یا بغیر کسی وساطت کے حاصل ہوتا ہے۔بغیر وساطت کی تین صورتیں ہیں:-

(1) وِجدان:- جیسے کہ انسان کو اپنے وجود کا علم بغیر کسی ذریعے کے خود بخود ہو جاتا ہے یا بھوک، پیاس اور اندرونی تکالیف کا علم بغیر کسی کے معلوم کرائے خود بخود ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ حواسِ خمسہ کی مدد کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔چنانچہ جس شخص کی بصارت جاچکی ہو، سماعت اور قوتِ شامہ بھی مفقود ہو گئی ہو، زبان بھی بے حس ہو چکی ہو تو ظاہر ہے کہ حواس سے محروم ہونے کے باوجود اِس قسم کے انسان کو بھوک یا اندرونی تکالیف کا علم ہو جاتا ہے۔

(2) فطریات:- خلاقِ عالم حیوانات کی ہر نوع کو اُس کی خصوصیت و ضرورت کے لحاظ سے ابتدا ہی میں فطرتاً بعض چیزوں کا علم عطا کر دیتا ہے مثلاً مچھلی کے بچے کسی کے سکھائے بغیر خود تیرنے لگتے ہیں۔

درندے کے بچے کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اُس کی فطری غذا گوشت ہے۔ چرندوں کے بچے گھاس پات کے سوا گوشت ہرگز نہیں کھاتے اگرچہ بھوک سے کتنے ہی بیتاب کیوں نہ ہو گئے ہوں۔ اِسی طرح آدمی کے بچے کو رونا، دودھ پینا کس نے سکھایا؟ یہ فطری علوم ہیں جو بغیر کسی توسط کے خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔

(3) بدیہات:- انسان کچھ ہوش سنبھالنے کے بعد بغیر کسی کے بتائے خود معلوم کرلیتا ہے کہ سرخ و سیاہ ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ آفتاب نکلتا ہے تو دن ہوتا ہے۔ یہ بدیہاتِ اولیہ ہیں۔ یعنے وہ اُمور جو مقدمات یا قیاس واستقراء یا اسباب وعلل کے بغیر خود بخود کھلم کھلا معلوم ہو جاتے ہیں۔

اِسی طرح وساطت اور ذریعے سے جو علم حاصل ہوتا ہے اُس کی بھی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً حواسِ خمسہ کے ذریعے علم حاصل کرنا جیسے دیکھ کر موجودات کی صورت و ہیات کا علم حاصل کرنا۔ سونگھ کر خوشبو اور بدبو کی تمیز کرلینا۔ سننے سے مختلف قسم کی آوازیں چکھنے سے ترشی و شیرینی، تلخی و تیزی اور چھونے سے گرمی وسردی یا نرمی و سختی کا معلوم کرلینا۔

اِس کے علاوہ اسباب وعلل، اصوات 1 وخطوط 2 اشارات 3 ونصب 4 عقل واستدلال

---

1 جیسے الفاظ اور آوازوں سے مفہوم پیدا کرنا۔ 2 جیسے حروف، ہندسے سے اور دوسری لکیروں سے مفہوم پیدا کرنا۔ 3 اِشاروں کے ذریعے مفہوم پیدا کرنا جیسا کہ فوج میں جھنڈیوں اور سرچ لائٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ 4 نشانات سے مفہوم پیدا کرنا جیسے سڑک پر، یا ہوائی لائن پر اور سمندر میں نشانات نصب کیے جاتے ہیں۔

اور تجربات و مشاہدات کے ذریعے بھی علم حاصل ہوتا ہے مثلاً مشاہدہ ہے کہ ابر کے بغیر بارش نہیں ہوتی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ابر پیش خیمہ ہے بارش کا۔ اِسی طرح تجربہ اور عقل واستدلال کے ذریعے سے بھی بعض معلوم چیزوں سے نامعلوم چیزوں کا علم اور جزئیات سے کلیات کا علم ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ہم نے ایک پتھر آسمان کی طرف پھینکا وہ زمین پر آرہا اِسی طرح اور دو چار چیزیں پھینکیں وہ بھی زمین کی طرف لوٹ آئیں اب ہم نے سمجھ لیا کہ عموماً جو چیز آسمان کی طرف پھینکی جاتی ہے زمین پر واپس آجاتی ہے۔ اِس طرح ایک کلیہ کا علم حاصل ہو گیا۔

غرض اِس قسم کے علوم کی کوئی حد نہیں ہے۔ فلسفہ، ریاضی، سائنس، نجوم و رمل وغیرہ مختلف قسم کے صدہا علوم وفنون اور ہزارہا اختراعات و ایجادات کی حیرت ناک ترقیاں آج جو نظر آرہی ہیں وہ انھیں مذکورہ ذرایعِ علم کے نتائج ہیں۔ یہ فی الحقیقت اُس ترقیِ معرفت کی قوت کا اثر ہے جسے خلاقِ عالم نے انسان میں وَدیعت فرمادی ہے جس کی وجہ انسان بتدریج ترقی کرتے ہوئے اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے موافق کمال حاصل کرتا ہے۔

یہ بات حیوانات میں نہیں پائی جاتی کیونکہ حیوان کو نوعی خصوصیات کے لحاظ سے اُس کی ضروریاتِ زندگی کا علم اُس کی پیدائش کے وقت ہی دے دیا جاتا ہے اِسی لیے ہر حیوان اپنے بقائے وجود کے مفید و مضر اسباب سے ابتدا ہی میں فطرتاً واقف ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان ترقیِ معرفت کی قوت کے ذریعے اپنے بقائے وجود کے مفید و مضر اُمور سے بتدریج واقفیت حاصل کرتا ہے۔ مثلاً گھوڑے کا بچہ گوشت نہیں کھائے گا۔ شیر کا بچہ گھاس نہیں چھوئے گا۔ لیکن انسان کے بچے کے سامنے زہر بھی رکھدیا جائے تو بلا تامل منہ میں ڈال لیتا ہے۔ حتیٰ کہ آگ جیسی ذَکی الحس چیز کو بھی ہاتھ میں لینے سے نہیں جھجکتا۔

ہرن کو اِس طرح پالیے کہ کبھی جنگل کی صورت دیکھ سکے نہ اُس کو کسی درندے کا علم ہونے پائے۔ اِس کے باوجود اگر درندے کا سامنا ہو جائے تو آپ دیکھ لیں گے کہ بُو پاتے ہی بھاگ نکلنے کی حتی الامکان کوشش کرے گا۔ مگر ایسا اِنسان جس نے عمر بھر کبھی سانپ کا نام بھی نہ سنا ہو اور نہ اُس کی زہریلی خاصیت سے واقف ہوا ہو اگر کبھی سانپ کو دیکھ پائے تو کوئی خوف وہراس اُس پر طاری نہ ہو گا۔

غرض انسان کی ساری ترقیوں کا راز اُس کی قوتِ معرفت میں مُضمِر ہے جو بتدریج ترقی پذیر ہوتی ہے۔ چنانچہ سالہاسال سے حیوانات کی معاشرت اپنی اپنی فطرت کے مطابق ایک حال پر قائم ہے۔ بَیا کا گھونسلا ، خرگوش کا پودا، شیر کی گوی میں کوئی فرق نہ آیا لیکن انسان کی معاشرت کیا سے کیا ہو گئی ہے اور اِس کے علم و عمل کا اِرتقا کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا ہے۔؟!!! یہ عقل و معرفت کی ترقی ایک بدوی اور وَحشی سے لے کر ارسطو اور افلاطون تک بلکہ اُس سے بھی بدرجہا بڑھکر ہر انسان کی استعداد و قابلیت کے لحاظ سے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ پائی جائے گی اور عام انسانوں کو عقل و معرفت کی ترقی، علم کے وسائل و ذرائع کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

غرض کہ انسان کے اکتسابی علوم، وَسَاطت و ذرائع، مثلاً حواسِ خمسہ ، عقل و استدلال، اسباب و علل، تجربات و مشاہدات، تعلیم و تَعلُّم وغیرہ اُمور پر منحصر ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو انسان کا علم صرف وجدانیات، فطریات اور بدیہیات تک محدود رہ جائے گا۔

---

1 حاشیہ:- مولوی عبد الحق صاحب دہلوی "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَداً اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "امام فخر الدین رازیؒ غیبہ سے مراد صرف قیامت کی خبر لیتے ہیں (معتزلہ وغیرہ کے) اِس اعتراض سے۔ اور اُن شبہات سے بچنے کے لیے کہ بعض "غیب" کاہن اور اہلِ خواب

بھی جانتے ہیں۔ تفسیرِ حقانی جلد 7 صفحہ 244۔

اِس پر قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ "ظنیت وقطعیت کا بیّن فرق ہوتے ہوئے علمِ غیب رسول اللہ ﷺ کے اظہار میں کیوں تامل کرنا چاہیے۔

احقر کا خیال یہ ہے کہ توسط اور بلا توسط کا فرق، ایک دلیلِ واضح اور بُرہانِ قاطع ہے۔ اِسی لیے ہم کو نہ معتزلہ وغیرہ کے ایسے اعتراض سے بچنے کی ضرورت ہے نہ "ظنیت وقطعیت" کی بحث کی ضرورت!! کیونکہ کاہنوں وغیرہ کے علم کو زیرِ بحث "علمِ غیب" سے کوئی نسبت ہی نہیں!!! چنانچہ احقر نے اِس پر بادلیل بحث کی ہے۔ محمود غفرلہٗ

اگر ہم حیدر آباد میں بیٹھے ہوئے دہلی کے کسی عزیز کی کیفیت معلوم کرنا چاہیں اور ٹپہ، ٹیلیفون، لاسکی یا قاصد وغیرہ کوئی ذریعۂ علم ہمارے پاس نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ہم اپنے عزیز کی کیفیت نہیں معلوم کر سکیں گے۔ اگر سارے ذرائعِ علم مفقود ہونے کے باوجود بھی ہم بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیں تو یہ "علمِ غیب" ہو گا۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے کہ:-

وَالْمُرادُ بِهِ الْخفى الَّذى لَا يُدْرِكَمُهُ الْحِسّ وَلَا تقضيه بَدَاهَةُ الْعَقْلِ۔

ترجمہ:- غیب اُس پوشیدہ چیز کا نام ہے جسے نہ قوتِ حس، ادراک کر سکتی ہے نہ ہدایت عقل پا سکتی ہے۔

اور امام رازیؒ "يُؤمِنُونَ بِالْغَيْبِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

قَوْلُ الْجَمْهُورِ الْمفسرِيْنَ اَنَّ الْغَيْبَ هُوَالَّذِى يَكُوْنُ غَائبا عِنِ الْحَاسِّهٖ۔

ترجمہ:- جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے غائب ہو۔

اِس سے "علمِ غیب" کا مفہوم صاف ظاہر ہے کہ "علمِ غیب" اُن اُمور کے جاننے کو کہتے ہیں جو انسان کے حواسِ ظاہری و باطنی سے غائب ہوں اور اکتسابِ علم کے تمام موجودہ وسائل و ذرایع اُن اُمور کو جاننے سے قاصر رہیں۔

"علمِ غیب" کی اِس تعریف کے لحاظ سے ہر دانشمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا "علم" انسان کی طاقت سے باہر ہے اور اگر تفصیلی و غائر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہو گا کہ انسان کو اُمورِ غیب کا علم بغیر ذریعہ و توسط کے حاصل ہونا محال ہے حتیٰ کہ نبی و خلیفۃ اللہ کیوں نہ بن جائے۔!

اگر کوئی طبیب کسی مریض کی اندرونی کیفیات کا علم کسی کے بتائے بغیر حاصل کرلیتا ہے تو یہ "فنِ نباضی" کا کمال اور ذہانت و قوائے دماغی کی خداداد قابلیت کا آئینہ دار ہے۔

اِسی طرح ایک نجومی کی پیشگوئی کا دارومدار اُس کے خاص علمِ حساب پر ہوتا ہے اور ایک زمانے میں بعض لوگ بغیر کسی حساب و کتاب کے غیب کی باتیں بیان کر دیتے تھے جن کو کاہن 1 کہا جاتا تھا اُن کے علم کا دارومدار بھی محض غیبی ہستیوں مثلاً جنوں وغیرہ کے تعلقات پر مبنی تھا جو ایک مخصوص ریاضت و عمل کی وجہ سے حاصل ہوتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ خود جنات کو بھی کسی طرح علمِ غیب پر قدرت نہیں کیونکہ اُن کا علم بھی محدود اور غیر یقینی ہوتا ہے۔ البتہ انسانی حدودِ حواس سے اُن کی حدود کچھ متجاوز اور متغایر ہوتی ہیں۔ اِسی لیے بعض اُمور جو انسانی حواس سے غائب رہتے ہیں اُن سے وہ مطلع رہتے ہیں۔ لیکن خود اُن کے حدودِ حواس سے جو اُمور غائب ہوں اُن کا علم حاصل نہیں کر سکتے! یہی حال فرشتوں کا بھی ہے حالانکہ فرشتوں کے حدودِ حواس جنات سے بہت برتر ہیں۔ لیکن اپنے حدود سے متجاوز علم حاصل کرنا اُن کے بس کی بات نہیں۔

غرض جب اللہ کے نبی و خلیفہ کو اُمورِ مغیبہ کا قطعی و یقینی علم رکھنے کے باوجود "عالم الغیب" نہیں کہہ سکتے تو اِن اکتسابی اور غیر قطعی علوم پر "علمِ غیب" کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔!!! اِس لیے کہ نبی کو جو بھی علم حاصل ہوتا ہے توسط اور وسیلے ہی سے ہوتا ہے خواہ وہ توسط کسی مخصوص فرشتے کا ہو یا خود ذاتِ باری تعالیٰ کا آخر توسط و ذریعہ تو ضرور ہے۔!!

اِسی لیے مذہبِ اسلام میں یہ امر مسلَّم ہے کہ "علمِ غیب" سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں۔

چنانچہ قرآنِ مجید میں اِرشاد فرمایا ہے کہ:

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۔ ترجمہ:- اللہ حاضر و غائب کا جاننے والا ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کے علمِ بے پایاں میں عیاں ہے تو اُس کو "عالم الغیب" کہنے کے کیا معنیٰ! "عالم الغیب" کہنا تو اُس وقت صحیح ہوگا جب کہ کوئی چیز اُس سے غائب رہے اور کسی ذریعہ و توسط کے بغیر اُس کو علم ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ شہادت اور "غیب" کا استعمال انسان کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ یعنے جو چیزیں انسان کے حدودِ علم میں موجود ہیں اور جو چیزیں غائب ہیں اُن سب کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔
غرض آیتِ مذکورہ کے الفاظ صاف و صریح ہیں کسی قسم کی تفسیر و تاویل کی ضرورت نہیں۔

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسولِ اکرمؐ کی زبانی توضیح کرادی ہے کہ:-

(1) قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط (سورة النمل-65)

ترجمہ:- اے محمد ﷺ آپ کہدو کہ آسمانوں اور زمین میں خدا کے سوائے کوئی غیب کا جاننے والا نہیں

اور میں خود غیب نہیں جانتا ہوں۔

(2) وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ (سورۃ الاعراف۔188)

ترجمہ:- اگر میں غیب جاننے والا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کرلیتا۔

(3) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ (سورۃ الانعام۔59)

ترجمہ:- اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔

اِن آیات سے واضح ہے کہ "غیب" کا جاننا خدائے قدوس ہی کی صفت ہے اُس کے سوائے خواہ انسان ہو کہ جن، شیطان ہو کہ فرشتہ کوئی نہیں جان سکتا۔ حتیٰ کہ نبی و خلیفۃ اللہ کیوں نہ ہو۔!!!

یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اِس سے مسئلۂ علمِ غیب کی بادلیل توضیح ہو چکی ہے۔ اب اِس کا دوسرا رُخ ملاحظہ ہو۔!

اِس مسئلے کے متعلق اسلامی کتبِ مستندہ کا مطالعہ کیجیے تو بعض کتابوں میں ایسی بحث بھی آپ کو ملے گی جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ کو بھی علمِ غیب تھا۔ یہ اصل میں حقیقت و مجاز کا فرق رکھنے والی نوعیت ہے۔ اِس کی توضیح یہ ہے کہ "لفظ" جس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اُسی معنی کے لیے استعمال کیا جائے تو اِس کو حقیقت کہتے ہیں۔ اگر کسی لفظ کو ایسے معنوں کے لیے استعمال کیا جائے جس میں اُس کے اصلی معنوں کا کوئی جزوٗ پایا جاتا ہو تو اُس کو مجاز کہتے ہیں۔ مثلاً شیر کے لیے لفظ شیر کا استعمال حقیقت ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اُنھیں معنوں کے لیے وضع ہوا ہے۔ مگر کسی انسان کو شیر اِس لیے کہا جائے کہ اُس میں شیر کی صفات کا ایک جزوٗ "شجاعت" موجود ہے تو ایسا استعمال مجاز کہلائے گا۔

اِسی طرح علمِ غیب کی تعریف جس علم پر پوری پوری صادق آسکتی ہے وہ علم سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ حقیقت ہے۔

اور مجاز کی توضیح یہ ہے کہ خلیفۃ اللہ کو اُمورِ مغیبیہ کا علم مخصوص فرشتے کے ذریعہ یا خود ذاتِ باری تعالیٰ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور یہ دونوں وسیلے ایسے ہیں کہ جن کو اپنے اختیار اور کوشش سے حاصل کرنا طاقتِ بشری سے خارج ہے۔ دَقیق سے دَقیق علم، کسب و اکتساب سے حاصل ہونا ممکن ہے لیکن اِس طرح کا علم ناممکن۔ اِسی لیے ایسے علم کو "وہبی علم" کہتے ہیں۔ جس کے لیے کسب و کوشش مفید نہیں ہوتی بلکہ وَهَّابِ ذُولْقُدْرَتِ وَالْكَمَالْ جس کو چاہتا ہے اُس کے لیے منتخب فرمالیتا ہے۔

اِس سے ظاہر ہے کہ خلیفۃ اللہ کا ایسا علم اگرچہ ذریعہ اور وسیلہ ضرور رکھتا ہے لیکن وہ ایسا وسیلہ ہے کہ اکتسابِ علم کے سارے وسائل وذرائع اور قوائے انسانی کی پوری مکمل قوتیں صَرف کردینے کے بعد بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا! گویا خلیفۃ اللہ کا یہ علم غیبیت اور وہبیت کا مظہر ہے۔ اِسی لیے ایسے علم کو بھی "علمِ غیب" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لحاظ سے "علمِ غیب" ضرور ہے۔ پس ایسی صورت میں "علمِ غیب" کا استعمال "مجاز" کہلائے گا۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں بھی ایسی آیتیں ملتی ہیں جن میں حضرت محمد ﷺ کو علمِ غیب حاصل ہونے کا ذکر ہے۔ قولہ تعالیٰ:-

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿24﴾ (سورۃ تکویر)

ترجمہ:-(حضرت محمد ﷺ) غیب کی باتیں بیان کرنے میں بخیل نہیں ہیں۔

اِس آیۂ کریمہ میں بخیل کا لفظ آپؐ کے صاحبِ علمِ غیب ہونے پر صاف دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ بخیل

وہی ہے جس کے پاس زر و دولت ہو اور ضرورت پر کام نہ لے۔ اگر کسی کے پاس زر و دولت ہی نہ ہو اور وہ ضرورت پر خرچ نہ کر سکے تو اُس کو مفلس و محتاج کہتے ہیں بخیل نہیں کہتے۔ پس لفظِ "ضنین" کی نفی سے یہ مفہوم صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد ﷺ غیب کی باتیں بیان کرنے میں سخی ہیں یعنے "عالِم الغیب" ہیں اِسی طرح مشکوٰۃِ شریف میں ایک حدیث بھی ہے کہ:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَ اَسْمَعَ مَالَا تَسْمَعُوْنَ وَ اِنِّیْ اَعْلَمُ آخَرَاَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا وَ آخَرَاَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا۔

ترجمہ:- حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور میں اُس آخری شخص کو بھی جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہو گا اور اُس آخری شخص کو بھی جانتا ہوں جو دوزخ میں داخل ہو گا۔

اس حدیثِ شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قوائے ظاہری و باطنی اور آپؐ کے احساس و اِدراک ساری دنیا کے انسانوں سے بلند و بالاتر تھا۔ اور آپؐ عالم الغیب تھے۔ اور حدیث کی کتابوں میں اِس نوع کی بہت ساری مستند احادیث موجود ہیں۔

اِس طرح جہاں حضرت محمد ﷺ کی طرف علمِ غیب کو منسوب کیا گیا ہے وہ مجاز کی صورت ہے حقیقی تعریف اِس میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ مجاز کی ایسی بعض صورتیں خود اللہ تعالیٰ کی نسبت بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً قولہ تعالیٰ:- كِتَابُ مُوسٰى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً (سورۃ ہود۔17)

ترجمہ:- موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت ہے۔

حالانکہ یہ ثابت ہے کہ توریت اللہ کی کتاب تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذاتی تصنیف نہ تھی صرف

ایک نسبت کی وجہ مجاز کا استعمال کیا گیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ جن علماء نے حضرت محمد ﷺ کو علمِ غیب ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ اضافی ہے ذاتی نہیں ہے۔ پس یہ امر متحقق ہے کہ علمِ غیب کی پوری پوری تعریف جس علم پر صادق آتی ہو وہ علم سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِسی لیے آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ میں صراحتہً واضح کر دیا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہی عالم الغیب ہے۔

اب ہم ناظرینِ کرام کو "نگار" کے اُس قول کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو کہا ہے کہ:

"بات یہ ہے کہ پیشگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابلِ لحاظ نہیں۔ کیونکہ علمِ غیب کے جاننے سے خود رسول اللہ نے صراحتہً انکا کیا ہے۔"

یہ صحیح ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے علمِ غیب کے جاننے سے صراحتہً انکار کیا ہے کیونکہ علمِ غیب سوائے خدا کے کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور ہم نے بھی عام لوگوں کو واقفیت کے لیے بادلیل اِس کی توضیح کر دی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ جب آنحضرت ﷺ کو علمِ غیب نہیں ہے تو پیشگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابلِ لحاظ نہیں "سراسر غلط ہے۔"

اس لیے کہ آنحضرت ﷺ اگرچہ صفتِ علمِ غیب سے بالذات متصف نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جن اقسامِ مغیبہ سے واقف کرایا ہے اُس سے انکار کرنا آیاتِ قرآنی کا انکار ہے اور آیاتِ قرآنی کے اِنکار کا نتیجہ معلوم!!!

چنانچہ اِس باب میں قرآنِ مجید کی صاف و صریح آیات موجود ہیں:-

(1) عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔۔الخ
(سورة جن ۔26)

ترجمہ:- اللہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے آگاہ کرتا ہے۔

(2) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص
(سورة الٰ عمران ۔ 179)

ترجمہ:- اور اللہ یوں نہیں کہ غیب کی باتوں پر تم کو آگاہ کردے لیکن (کسی کو آگاہ کرنا چاہتا ہے تو) اپنے رسولوں میں سے جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(3) وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج (سورة البقره ۔255)

ترجمہ:- اور وہ خدا کے ایک ذرہ علم کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے مگر اتنے کا جتنا وہ چاہے۔

(4) وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿113﴾ (سورة انسآء)

ترجمہ:- اللہ نے آپؐ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپؐ کو وہ سب کچھ معلوم کردیا ہے جو آپؐ نہیں جانتے تھے اور آپؐ پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔

(5) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّ هُدًى وَّرَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿89﴾ (سورة النحل)

ترجمہ:- اور ہم نے آپؐ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور وہ

مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔

علامہ جلاالدین سیوطیؒ نے اِس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:-

عَنْ اَبِی بَکَرِبنْ مُجَاھِدٍ اِنَّہٗ قَالَ یَوْمًا مَامِنْ شیْءٍ فِی الْعَالَمِ اِلَّا وَھُوَفِیْ کِتَابِ اللہِ تَعَالیٰ (اتقان)

ترجمہ:- ابو بکر بن مجاہد کی روایت ہے کہ اُنھوں نے ایک دن کہا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔

اور صاحبِ تفسیر عرائس نے لکھا ہے کہ:-

وَھُوَکِتَابُہٗ اَلْمَنُوْنَ وَخِطَابُہٗ اَلْمَصنُوْنَ یُخْبِرُ عَمَّا کَانَ وَیَکُوْنُ مِنْ کُلِّ حَدٍّ وَعِلْمٍ۔

ترجمہ:- اور وہ اُس کی کتاب جو چھپی ہوئی ہے اور اُس کا وہ خطاب جس کی حفاظت کی گئی ہے خبر دیتے ہیں پورے پورے علم و حد کے ساتھ ہر اُس چیز کی جو ہو چکی اور ہونے والی ہے۔

(6) وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿65﴾ (سورۃ الکھف)

ترجمہ:- اور ہم نے اِس کو (محمد ﷺ کو) ہمارے پاس سے ایک علم سکھا دیا ہے۔

غرض مذکورہ آیاتِ کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اُمورِ مغیبہ سے واقف کرایا ہے اور اِس سے انکار کرنا نقل و عقل کے خلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مقالہ نگار صاحب نبی اور خلیفۃ اللہ کو مَافَوْقُ الْعَادَت خصوصیات کالحاظ کیے بغیر عام انسانوں کی حیثیت میں دیکھنا چاہتے ہیں اِس لیے بے راہ ہو جاتے ہیں۔ کیا جو کلمہ گو ہوتے ہوئے اور

قرآنِ مجید کو اللہ کا کلام تسلیم کرتے ہوئے وحیؔ، الہام اور کشف سے انکار کرسکتے ہیں؟ اور کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہبی علم کے یہ ذرائع دنیا کے عام انسانوں کو کسب و اکتساب سے حاصل ہو سکتے ہیں؟

یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ہر شخص اپنی جد وجہد سے نبی و خلیفۃ اللہ نہیں بن سکتا۔ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اِس منصب کے لیے منتخب فرمالیتا ہے اور ابتدا ہی سے اُس کو ایسی استعداد و صلاحیت عطا کردی جاتی ہے کہ وہ اِس بارِ نبوت و خلافت کا حامل بن سکے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے اِستِفَاضَہ کرسکے۔ اِسی لیے خلیفۃ اللہ کی پیدائش کے وقت ہی سے مافوق العادت اُمور کا اظہار ہونے لگتا ہے جن کو علماء کرام "علائمِ اِرَہاصیّہ" کہتے ہیں۔ پس جس طرح نوعِ انسان میں مختلف قسم کی استعداد رکھنے والے اصناف پائے جاتے ہیں مثلاً ادیب، شاعر، فلسفی، مُہَندِس، صَنّاع وغیرہ وغیرہ اِسی طرح خلفاء الٰہی بھی ایک صِنُف ہے اور نوعِ انسانی کی اِس بلند پایہ مقدس صنف کو چند ایسے خصوصیات ولوازم عطا کردیے جاتے ہیں کہ اُس کو دوسرے اَصنافِ انسانی سے ممتاز بنادیں۔

اِس مقدس صنف کی ایک اہم خصوصیت "استفاضہ اور اِفَاضَہ" ہوتی ہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل کرنا اور اُس کو عام انسانوں تک پہنچانا۔ یہ "وَہَبِی عِلم" کہلاتا ہے۔ وہبی علم کے تین ذرائع ہیں۔ وحیؔ۔ الہام۔ کشفؔ۔ پھر وحی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وحیِ توسط جو مخصوص فرشتے کے ذریعے بھیجی جاتی ہے۔ دوسری وحیِ بلاتوسط۔ جس میں کسی ذریعے کے بغیر خود ذاتِ باری تعالیٰ سے علم حاصل ہوتا ہے۔ وہبی علم اور اِس کے یہ تینوں ذرائع نبی و خلیفۃ اللہ کے لیے اِسی طرح یقینی ہوتے ہیں جس طرح کہ انسانی علم کی تینوں قسمیں یعنے وجدانیات۔ فطریات۔ و بدیہیات اور وجدانی کیفیت جس طرح سب میں یقین کا اعلیٰ درجہ رکھتی ہے اِس طرح وحی بھی سب سے زیادہ یقینی اور قطعی ہوتی ہے۔ اِسی لیے وحی کو جس طرح

خود موحیٰ اِلَیہ (نبی) کے لیے بھی قطعی ویقینی اور قابلِ حجت وعمل قرار دیا گیا ہے۔اِس کے برخلاف الہام اور کشف صرف اُسی کے لیے قطعی ہے جس پر وہ ظاہر ہو اور دوسروں کے لیے ظنی قرار دیا گیا ہے۔

اِس مختصر سی توضیح سے ظاہر ہے کہ خلیفۃ اللہ کا صاحبِ وحیؔ ہونا اُس کی ایک "اہم" خصوصیت ہے۔اور جب حضرت محمد ﷺ افضل اور خاتم الانبیاء ہیں تو آپؐ بدرجۂ اولیٰ صاحبِ وحی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ③ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ④ (سورۃ النجم-3-4)

ترجمہ:-(حضرت محمد ﷺ) جو بولتے ہیں اپنی طرف سے نہیں بولتے بلکہ وہی بولتے ہیں جو اُن کو وحی کی جاتی ہے۔

اِس آئیہ کریمہ میں "وَمَا یَنۡطِقُ" کے الفاظ عمومیتِ تامہ کا مفہوم رکھتے ہیں۔اِس لیے آنحضرت ﷺ کا ہر قول وحی ہے خواہ وہ آیاتِ قرآنی ہوں یا احادیثِ شریفہ جن کی سند حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح ہو۔

اِسی لیے علماء نے حضرت محمد ﷺ سے متعلق وحی کی دو قسمیں قرار دیں۔وحیِ متلو۔وحیِ غیر متلو۔وحیِ متلو میں جو الفاظ،اللہ کی طرف سے معلوم کرائے جاتے ہیں اُن کی پابندی و حفاظت لازم ہوتی ہے اور اِس کو کلام اللہ یا آیاتِ قرآنی کہا جاتا ہے۔اور وحیِ غیر متلو میں ایسی پابندی نہیں ہوتی بلکہ "رسول"،منشاءِ الٰہی کی توضیح اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔گویا احادیثِ شریفہ،آیاتِ کلام اللہ کی صحیح تفسیر اور تعمیلِ قوانینِ قرآنی کی تعلیم کا فائدہ دیتی ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ جب آپؐ صاحبِ وحی ہیں اور آپؐ کا ہر قول تعلیمِ خداوندی پر مبنی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ "اُمورِ مغیبہ" کی بھی جو خبریں آپؐ نے دیں منجانب اللہ دی ہیں۔ چنانچہ یہ بات قرآنِ مجید کی اُن آیات سے ثابت ہے جو اوپر مذکور ہو چکیں۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ "نگار" نے کیسی سخت ترین غلطی کی ہے جو محض حضرت مہدیؑ کی بعثت کی حدیثوں کا انکار کرنے کے لیے تمام پیشگوئیوں کو نا قابلِ لحاظ ٹھہرا دیا۔!!!

ہم چاہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے جن اُمورِ مغیبہ کو بیان فرمایا ہے اُن کی مختصر سی فہرست کو پیش کریں اور دریافت کریں کہ اِن میں سے کونسی چنداں قابلِ لحاظ اور کونسی چنداں نا قابلِ لحاظ ہیں۔!!!!

واضح ہو کہ اُمورِ مغیبہ کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت اُن اُمور سے متعلق ہے جو حدودِ حواسِ ظاہری و باطنی سے باہر ہوں یعنے "خَارِجٌ عَنِ الْاِدْرَاکْ" اُمور بھی اُمورِ مغیبہ میں داخل ہیں جیسے دوزخ اور جنت کا علم۔ فرشتوں کا علم وغیرہ۔ اور آنحضرت ﷺ کو اِن اُمورِ مغیبہ سے مطلع کیا گیا ہے جیسا کہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویہ سے ظاہر ہے۔

(2) دوسری صورت زمانۂ گذشتہ سے متعلق ہے۔ زمانۂ گذشتہ کے ایسے واقعات جن کا علم کسی کو نہ ہوا ہو اور انسانی وسائل و ذرائع اُن واقعات کے علم و ادراک سے قاصر رہے ہوں تو ایسے واقعات کے علم کو بھی قرآن نے اُمورِ مغیبہ میں داخل کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو ایسے اُمورِ مغیبہ کا علم، وحی کے ذریعے عطا فرما کر یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اِس سے پہلے اِن کا علم تم کو تھا نہ تمھاری قوم کو تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے مختصر قصے کے بعد فرمایا ہے کہ:-

تِلۡکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهَاۤ اِلَیۡکَ ۚ مَا کُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُکَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا ؕ (سورة هود۔49)

ترجمہ:- یہ غیب کی خبریں ہیں ہم اِن کو وحی کرتے ہیں آپؐ کی طرف۔ اُن کو اِس سے پہلے آپؐ جانتے تھے نہ آپؐ کی قوم جانتی تھی۔

حضرت مریمؑ کے مختصر قصے کے بعد فرماتا ہے:-

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ ؕ وَ مَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَیُّهُمۡ یَکۡفُلُ مَرۡیَمَ ۪ وَ مَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿44﴾ (سورة اٰل عمران۔44)

ترجمہ:- یہ غیب کی خبریں ہیں جنھیں ہم آپؐ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور آپؐ اُن کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے اقلام (نہر میں) ڈال رہے تھے کہ اُن میں سے کون مریمؑ کا کفیل ہوگا اور آپؐ نہ تھے اُن کے پاس جب کہ وہ باہم جھگڑ رہے تھے۔

حضرت یوسفؑ کے پورے قصے کے بعد فرماتا ہے۔

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ ۚ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ ۔۔۔الخ (سورة یوسف۔102)

ترجمہ:- یہ غیب کی خبریں ہیں جنھیں ہم آپؐ کی طرف وحی کرتے ہیں حالانکہ آپؐ اُن کے پاس نہ تھے۔ اِن آیات سے دو باتوں کا ثبوت مل رہا ہے ایک تو گذشتہ واقعات جن تک رسائی علم کے خام ذرائع سے نہ ہو، اُن کو قرآن نے علومِ مغیبہ میں داخل کیا ہے۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کو ایسے اُمورِ مغیبہ سے مطلع کیا گیا ہے۔

(3) اُمورِ مغیبہ کی تیسری صورت زمانۂ موجودہ سے متعلق ہے۔زمانۂ موجودہ کے ایسے واقعات جن کو انسانی قوائے ظاہری وباطنی اور اسباب ووسائل معلوم نہ کر سکیں۔بغیر کسی ذریعے وتوسط کے معلوم کر لینا اُمورِ مغیبہ میں داخل ہے۔مثلاً حاملہ کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اِس کا یقینی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایاہے:-

وَ يَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ---الخ (سورۃ القمان-34)

ترجمہ:-اور اللہ تعالیٰ جانتاہے جو کچھ رحموں میں ہے۔

روایت سے ثابت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو اِس قسم کے اُمورِ مغیبۂ حاضرہ کا علم بھی عطا کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اُم الفضلؓ نے کہا کہ میں ایک دفعہ آنحضرتؐ کے ساتھ جا رہی تھی اور اُس وقت مجھے حمل بھی تھا۔آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو میرے پاس لانا۔جب میں نے اُس کو جنا اور حضرتؐ کی خدمت میں لائی تو آپؐ نے اُس کے سیدھے کان میں اذاں اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

اگر آج کی ترقی یافتہ سائنس کے ذریعے کوئی ایسا آلہ ایجاد کر لیا گیا ہو جس سے پیٹ کا حمل دیکھا جاسکے تب بھی ممکن ہے کہ نر و مادہ کی تمیز یقینی و قطعی نہ کی جاسکتی ہو۔ولو بالفرض یہ ممکن بھی ہو جائے تو اِس کو علمِ غیب میں ہر گز داخل نہیں کیا جاسکے گا کیونکہ علمِ غیب کی شان تو یہی ہے کہ بغیر کسی ذریعے وتوسط کے حاصل ہو جائے جس کی توضیح کی جاچکی ہے۔

صحاحِ ستہ کی روایت ہے کہ آپؐ کے زمانے میں حبش کے مسلمان بادشاہ نجاشی کا انتقال ہو گیا۔آپؐ نے اُس کی خبر دی اور غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔یہ ایک حیرتناک واقعہ ہے۔اِس لیے کہ حجاز اور حبش کا یہ طویل

فاصلہ عبور و مرور کی یہ دشواریاں، ذرائعِ حمل و نقل کی مشکلات ٹپہ نہ ٹیلیفون، ٹیلیگراف نہ لاسکی۔ اِن ساری دشواریوں کے باوجود آپؐ نے بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیا کہ نجاشی کا انتقال ہو گیا۔ یہ ہے علمِ غیب جس سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مطلع کیا تھا۔!!!

(4) اُمورِ مغیبہ کی چوتھی صورت زمانۂ آیندہ سے متعلق ہے۔ یعنے آیندہ پیش آنے والے ایسے واقعات کو بھی اُمورِ مغیبہ میں شامل کیا گیا ہے۔ جن کو انسانی وسائلِ علم پوری قطعیت و یقین کے ساتھ معلوم نہ کر سکیں۔ چنانچہ ایک موقع پر نشانیاں طلب کرنے والے کفار کے جواب میں اِرشاد ہوا ہے:-

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿20﴾ (سورة یونس)

ترجمہ:- اے محمد ﷺ! کہہ دیجیے کہ غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ پس تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

دیکھیے اِس آیت میں مستقبل کے منتظرہ واقعات کو غیب کہا گیا ہے اور ایک جگہ فرماتا ہے:-

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ
(سورة لقمٰن-34)

ترجمہ:- کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔

اِس سے ظاہر ہے کہ آیندہ سے متعلق قطعی و یقینی پیشگوئیاں بھی اُمورِ مغیبہ میں داخل ہیں اور حضرت محمد ﷺ کو اِس قسم کے اُمورِ مغیبہ سے بھی مطلع کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں قیامت کی پیشگوئی متعدد مقام پر کئی طریقے سے پوری قطعیت کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اِس کی بعض تفصیلات تک بیان کر دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کا یقین رکھنا اُصولِ اسلام میں داخل ہے اور ہر مسلمان کو اِس پر

اعتقاد رکھنا لازم۔ چونکہ یہ عام تام مسئلہ ہے اِس لیے ہم قیامت سے متعلق آیات و احادیث کو یہاں جمع کرنا موجبِ طوالت سمجھتے ہیں۔

اور ایک موقع پر فتحِ مکہ کے متعلق پیشگوئی کی گئی:۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ (سورۃ القصص۔ 85)

ترجمہ:۔ بے شک جس نے آپ پر (تبلیغ) قرآن فرض کی البتہ لوٹائے گا آپؐ کو معاد (ابدی زندگی) کی طرف۔

روایت سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی بھی فتحِ مکہ کے موقعہ پر پوری ہوئی۔

اور ایک روایت ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ میدانِ جنگ کو تشریف لے گئے اور ہونے والی جنگ کی تفصیلات بیان فرمانے لگے کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے۔ یہ ابو جہل کا مقتل ہے۔ یہاں قریش کا فلاں سردار مارا جائے گا۔ اور اِس جنگ میں فتح ہماری ہے۔

مقامِ غور ہے کہ یہ کیسی عجیب و غریب پیشگوئی تھی تین ساڑھے تین سو نیم مسلح، بے سر و سامان سپاہیوں کا سردار۔ ایک ہزار سے زیادہ جنگی عصری آلات سے مسلح باقاعدہ فوج کی شکست اور اُس کے افسروں کے قتل کی تفصیل بیان کر رہا ہے۔

صحابہؓ کہتے ہیں کہ جس سردارِ قریش کے لیے آپؐ نے جو جگہ مقرر فرمادی تھی وہیں اُس کی لاش خون و خاک میں لتھڑی پائی گئی۔ (صحیح بخاری و مسلم غزوۂ بدر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے متعلق ایسی خبریں مسلسل دے رہے تھے جن سے صحابہؓ نے سمجھا کہ

اب حضور ﷺ کی رحلت کا زمانہ قریب ہے چنانچہ حَجَّةُ الْوِدَاعِ سے پہلے معاذؓ کو مبلغِ اسلام بنا کر یمن بھیجا تھا اور اُن کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔ معاذ! اب اِس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو گے۔ واپس آؤ گے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گذرو گے۔ یہ سن کر وہ رونے لگے (مسندِ امام احمد ابنِ حنبل جلد 5)

ہماری اِس مختصر توضیح سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہر قسم کے **اُمورِ مغیبہ** سے واقف کرایا ہے۔

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں آنحضرت ﷺ کے بیان کیے ہوئے جتنے **اُمورِ مغیبہ** ہم نے پیش کیے ہیں "فاضل مقالہ نگار" اُن کو کس طرح چنداں ناقابلِ لحاظ ثابت کرتے ہیں!!! یقیناً ناظرینِ کرام خود محسوس فرمائیں گے کہ اُنھوں نے بڑی فاحش غلطی کی ہے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ جب بقول "**نگار**" خود حضرت رسول اللہؐ نے اپنے کو علمِ غیب ہونے سے صراحتہً انکار کیا ہے "تو مقالہ نگار صاحب کو چاہیے تھا کہ ساری نوعیتوں کے **اُمورِ مغیبہ** سے متعلق روایات کو ناقابلِ لحاظ قرار دیتے صرف پیشگوئیوں کی روایات کو کیوں مخصوص کر دیا!!! کیا اُنھیں دوسری اقسامِ **مغیبہ** (جن کا ہم نے بھی مختصر بیان کیا ہے) سے متعلق روایات کا علم نہ تھا؟!!!

غرض یہ ثابت اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کے **اُمورِ مغیبہ** سے واقف کرایا گیا تھا اور اِسی طرح آپؐ کو حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی بعثت سے بھی مطلع کیا گیا جس طرح کہ انبیاء سابقین کو خود حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے آگاہ کیا تھا۔ اِسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت مہدیؑ کی ضرورت وبعثت سے متعلق کئی موقعوں پر کئی طریقے سے اہمیت اور تفصیل کے ساتھ خبریں دی ہیں چنانچہ دار قطنی، طبرانی، ابو نعیم، حاکم وغیرہ محدثین نے ابنِ مسعود کی روایت بیان کی ہے کہ:-

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیہِ وَسَلَّمُ لَایَذْھَبُ الدُّنیَا حَتَّی یَبْعَثُ اللهِ تَعَالیٰ رَجلًا مِّنْ اَھْلِ بَیْتِی یُوْطِی اسْمَہُ اِسْمِی وَاسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِیْ۔۔۔الخ۔

ترجمہ:- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو مبعوث نہ کردے جو میرے اہلِ بیت سے ہوگا اور اُس کا نام میرے نام کے اور اُس کے باپ کا نام میرے باپ کے جیسا ہوگا۔۔۔الخ

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ابو سعید حذری سے روایت کی ہے کہ:-

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیہِ، وَسَلَّمُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَتُہ حَتَّی یَمْلُکَ رِجَلٍ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔۔۔الخ

ترجمہ:- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اُس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ میرے اہلِ بیت سے ایک شخص مالک نہ ہو جائے۔

اور ابو داؤدؒ نے بھی اِسی طرح کی روایت کی ہے۔

عَنْ ذَرِبْنَ عَبْدُاللهِ عَنِ انَّبِی صَلَّی اللهُ عَلَیہِ وَسَلَّمُ قَالَ لَوْلَمُ یَبقَ مِنَ الدُّنیَا اِلَّایَوْمٍ وَّاحِدٍ لَطَوَّلَ اللهُ ذَالِکَ الْیَوْمُ حَتَّی یَبْعَثَ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِی اِسْمَہُ اِسْمِی وَ اِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمُ اَبِیْ۔

ترجمہ:- عبداللہ بن ذرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بالفرض دنیا ختم ہونے کو ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اُس ایک ہی دن کو اتنا طویل فرمادے گا کہ میرے اہلِ بیت سے ایک شخص مبعوث ہو جائے جس کا نام میرے نام اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مشابہ ہو گا۔

اِس حدیث میں خصوصاً "لَطَوَّلَ اللہُ ذَالِکَ الْیَوْمُ" کے الفاظ ضرورتِ بعثت کی قطعیت کو ثابت کر رہے ہیں۔

اِس کے علاوہ ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن سے زمانۂ بعثت کا بھی علم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں عبد اللہ بن عباسؓ سے اور کنزل العمال میں حضرت علیؓ سے اور مشکوٰۃ شریف میں باختلافِ الفاظ یہ روایت مروی ہے کہ:-

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ لَنْ تَھْلَکَ اُمَّتَہ، اَنَا فِیْ اَوَّلِھَا وَعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمُ فِیْ آخِرِھَا وَالْمَھْدِیُّ فِیْ وَسْطِھَا۔

ترجمہ:- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت ہر گز ہلاک نہ ہو گی (کیونکہ) میں اِس کے شروع اور عیسیٰؑ بن مریم اِس کے آخر میں ہیں اور مہدی درمیان میں ہیں۔

اِس روایت سے نہ صرف زمانۂ بعثت ظاہر ہوتا ہے بلکہ مہدی علیہ السلام کا حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی طرح دافعِ ہلاکتِ اُمت ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

اِس کے علاوہ ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے مہدی علیہ السلام کا خلیفۃ اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ "العرف الوردی فی اخبار المہدی" میں ابن ماجہ اور حاکم اور ابو نعیم کے حوالے سے حضرت ثوبانؓ کی جو روایت لکھی ہے یہ الفاظ بھی ہیں:-

ثُمَّ یَجِیءُ خَلِیْفَتہ اللہِ الْمَھْدِیُ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ فَاتَولّٰا فَبَا یعُوہُ، وَلَوْحَبْواً عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّہٗ خَلِیْفَتہ اللہِ الْمَھْدِیُ۔

ترجمہ:- پھر اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا پس جب تم اُس کی خبر سنو تو اُس کے پاس جاؤ اور اُس کی بیعت کرو اگرچہ کہ تمھیں برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے۔

اِس حدیثِ شریف سے صاف ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں۔ اور اُن کی بیعت فرض ہے کیونکہ " فَبَایَعُوْہُ" کا مستفاد یہی ہے۔اور " لَوْحَبواً عَلَی الثَّلْجِ" کے الفاظ "تاکیدِ اکید" اور " فَاِنَّہٗ خَلِیْفَتُہ اللہِ " کے الفاظ "توجیہِ فرضیت" پر دلالت کر رہے ہیں۔

اِس کے علاوہ ایسی روایت بھی ملتی ہے جس سے حضرت مہدی علیہ السلام کا "معصوم عن الخطا" ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اکابرِ سلفِ صالحین اہلِ سنت نے اِس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلْمَھْدِیُّ مِنِّی یَقْفُوْا اَثَرِی وَ لَا یُخْطِیُ۔

ترجمہ:- مہدی میری اولاد سے ہوگا میرے نقشِ قدم پر چلے گا اور خطا نہ کرے گا۔

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب (366) میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

مَا نَصَّ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِمَامٍ مِنْ اَئِمَۃَ الدِّیْنُ یَکُوْنُ بَعْدَہ، یَرِثَہ، وَ یَقْفُوْا اَثَرِی وَلَایُخْطِیُ اِلَّا الْمَھْدِیُ خَاصَۃً فَقُلْ شَھْدِ بِعَصْمَۃَ فِی اَحْکَامِہٖ شَھْدَ

الدَّلِیلِ الْعَقلیٰ بِعَصمَةِ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے کسی امام کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ وہ میرے بعد وارث ہوگا اور میرے نقشِ قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا مگر خاص مہدیؑ کے بارے میں فرمایا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے مہدیؑ اور احکامِ مہدیؑ کی عصمت کے بارے میں اِسی طرح شہادت دی ہے جس طرح کہ خود آنحضرت ﷺ کی عصمت پر دلیلِ عقلی شاہد ہے۔

علامہ طحطاوی حاشیہ در المختار میں تحریر فرماتے ہیں:-

اَلْمَھْدِیْ لَیسَ بِمُجْتَھِدٍ اِذَا الْمُجْتَھِدْیَحکُمُ بِالْقِیَاسِ وَھُوَیحرمُ عَلَیہِ الْقِیَاسَ(1) لِاَنَّ الْمُجتَھِد یُخطِیْ وَھُوَ لَایُخطِیْ قَطّٰہ فَاِنَّہٗ مَعصُومٌ فِیْ اَحکَامِہٖ بِشَھَادَةِ النَّبِیّؐ وَھُوَ مَبنِیٍ عَلیٰ عَدَمِ جَوَازِ الْاِجْتِھَادِ فِیْ حَقِّ الْاَنْبِیَاءِ۔

ترجمہ:- مہدیؑ مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد کے احکام قیاسی ہوتے ہیں اور مہدیؑ کے لیے (1) قیاس حرام ہے۔ اِس لیے کہ مجتہد خطا کرتا ہے اور مہدیؑ سے ہرگز خطا نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے احکام میں معصوم ہے جس کی شہادت رسول اللہ ﷺ نے بھی دی ہے اور آنحضرت ﷺ کی یہ شہادت اِس امر پر مبنی ہے کہ انبیاء و خلفاءِ الٰہی کے لیے اجتہاد جائز نہیں۔

کیونکہ مہدیؑ خلیفۃ اللہ ہے جس کی اہم خصوصیت "استفاضہ و افاضہ" ہوتی ہے۔ اِس لیے اُس کو قیاس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی چنانچہ امامنا حضرت سید محمد مہدی جونپوری فرمایا کرتے تھے کہ:- "عُلِّمْتُ مِنَ اللہِ بِلَاوَاسِطَة جَدِیْدَ الْیَوْمَ" مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزانہ بلاواسطہ نئی تعلیم ہوتی ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے چشمہ پر ایک درخت کا نقشہ کھینچتے ہوئے شریعت اور احکام کی تصویر اِن الفاظ

میں بیان کی ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کو معصوم عن الخطا ثابت کیا ہے۔

فَانْظُرْ یا اَخِی اِلی الْعَیْنِ الّتِی فِیْ اَسْفل اشجَرَة وَ اِلٰی الْفروع والا غُصانِ والمَّارِ تَجِدُھا کُلُّھَا مُتفرِّعةُ مِنْ عَیْنِ الشَّرِیْعَةِ فانُفروعُ الْکِبَارُ مثالُ اقوالِ اَئِمَّةِ ص1 الْمَذاھِب وَالْفروع الصِّفَارُ مثالُ اَقْوالِ اکابِرالْمُقلّدِیْنَ والا غُصانُ الْمُتفرِّعَةُ عَنْ جَوانِبِ الْفرُوْعُ مثالُ اَقْوالِ طَلَبَةَ ھولاءِ اَلْمُقلّدِیْنَ۔ والُفقطُ الْحمرَةَ اَلّتِی فی اَعالِیَ الاَغْصَانِ الصِّفَار مثالُ الْمسائلِ اَلْمُستخرجَة مِنْ اَقْوالِ الْعُلَماءِ فِیْ کُلِّ دَوْرٍمّنْ اَدْوارِ اَلزّمان اِلٰی اَنْ یَّخرجَ الْمَھْدِیْ عَلَیهِ السَّلَام ۔فَیَبْطُلَ فِیْ عَصرِہِ التَّقْیِیْدُ بِالْعَمل بِقَولِ مّنْ قَبلہٖ مِنَ اَلْمَذاھِب کَمَا صَرّحَ بِہٖ اَھْلُ الْکَشْفُ ویلھم ص2 اَلْحُکْمَ بَشَرِیْعَةِ مُحُمَّدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحکُم الْمُطَابِقَةِ بِحیث لَو کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم موجوداً لَاتَرہٗ عَلٰی جَمیع اَحْکامِہٖ ۔ کَمَا اِشَارِ اِلَیْہِ فِی حَدِیْثِ ذِکْرَ الْمَھْدِی بَقَولہٖ یَقْفُوْا اَثْرِیْ وَلَا یُخْطِی۔ (المیزان جلد ص1 فصل ص29)

---

(1) اِسی لیے اختلافِ ائمہ اربعہ کے باوجود مقلدین ائمہ کے پاس یہ مسلم ہے کہ:-" الحق دائرة من الائمة الاربعةِ " یعنے حق چاروں ائمہ میں دائر ہے۔یہی وجہ ہے کہ اِن چاروں ائمہ پر "اہلِ سنت" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

اہلِ سنت کا اطلاق صرف حنیفوں سے مخصوص کر دینا غلطی ہے۔!!!اِسی لیے مذہبِ مہدویہ میں چاروں ائمہ کی تقلید جائز ہے اور اِن میں جس کا مسئلہ عالیت (عزیمت) رکھتا ہواُس پر عمل ضروری قرار دیا گیا ہے اور مہدوی جب کبھی موافقتِ اہلِ سنت کا ذکر کرتے ہیں تو اِس سے مراد صحابہؓ و اکابر خیر القرون ہوتے ہیں۔ یا وہ ائمہ و اولیاء و علمائے دینِ متین، جو سیدنا امامنا علیہ السلام کے دعوئے مہدیت سے قبل گزرے ہوں۔ محمود۔

ترجمہ:- اے بھائی اِس چشمہ کو دیکھو جو درخت کے نیچے ہے اور اُن پھاٹوں، شاخوں اور پھلوں کو بھی دیکھو جو سب کے سب اِسی چشمۂ شریعت سے بہرور ہیں۔ بڑے بڑے پھاٹے، ائمہ مذاہب (1) (اربعہ) کے اقوال کی مثال ہیں اور چھوٹی چھوٹی ڈالیاں اکابرِ مقلدین کے اقوال کی مثال ہیں جو ڈالیاں شاخ در شاخ ہیں وہ اُنھیں مقلدین کے تلامذہ کے اقوال کی مثال ہیں اور چھوٹی چھوٹی ڈالیوں پر سرخ نقاط جو دکھائے گئے ہیں، اقوالِ علماء کے اُن مسائل مستخرجہ کی مثال ہیں جو خروجِ مہدی علیہ السلام تک ہر زمانے میں پائے جاتے رہیں گے اور جب مہدی علیہ السلام کی بعثت ہو جائے گی تو مہدی علیہ السلام کے زمانے میں اُن سے پہلے کے سارے مذاہب کی تقلید بالعمل باطل ہو جائے گی جیسا کہ اربابِ کشف نے اِس کی تصریح کر دی ہے۔ اور مہدی علیہ السلام ایسے احکام بیان کریں گے جو شریعتِ محمد ﷺ کے بالکل مطابق ہوں گے۔ اِس طرح کہ اگر رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہوں تو مہدی علیہ السلام کے تمام احکام (کی صداقت) کا اقرار کریں گے۔ جیسا کہ اس بات کا اشارہ ذکرِ مہدیؑ کی حدیث میں بھی پایا جاتا ہے جو حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:- وہ میرے نقشِ قدم پر چلے گا خطانہ کرے گا۔

(1) چنانچہ سیدنا امامنا حضرت سید محمد جونپوریؑ نے بھی اپنی مہدیت کی صداقت کے ثبوت کا یہی معیار قرار دیا ہے اور بار بار تاکیدِ اکید کے ساتھ فرماتے تھے کہ:-

اگر کسے خواہد کہ صدقِ مارا معلوم کند باید کہ در کتاب اللہ و اتباعِ محمد رسول اللہ صدقِ مارا بجوید !!!

ترجمہ:- اگر کوئی ہمارے دعوے کی صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ کلام اللہ اور اتباعِ رسول اللہ میں ہماری صداقت دیکھے۔

غرض حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق جتنی کثیر احادیث پائی جاتی ہیں اتنی کثرت کسی دوسرے مسائل کے بارے میں کم ملے گی۔ برزنجی نے "اشاعة فی اشراط الساعة" میں لکھا ہے کہ:-

وَاعۡلَمۡ اِنَّ الۡاَحَادیث الوَارِدَةَ فیہِ علیٰ اختلافِ روایا تِھا لَا تکَاد تَنۡحَصِرُ وَ لَو تعرَّضنَا لِیتفصلِھَا لَطَالَ الۡکتابُ وَ خرج مَنۡ مَوۡضوعِھَا۔

ترجمہ:- جب علماء حدیث واصول نے احادیث کی اتنی کثرت دیکھی اور سب حدیثوں کو بعثتِ مہدی کے بارے میں متفق پایا تو اُنھوں نے مسئلۂ مہدیت کو تواترِ معنوی کے درجے میں داخل کرلیا۔ چنانچہ علامہ قاضی منتخب الدینؒ (1) نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

امَّامَا اخۡتارَہٗ السَّلَفُ وَاتفقُوا فِی شانہٖ فَقَد ذکَرَ فی الۡقُرطَبِی وَ قدتواترَتِ الۡاَخبارُو استفَاضَتَ بِکثۡرَۃِ رَوَاتِھا عَنَ النبی صلی اللہِ علیہِ وسلم فی المھدی(مخزن الدلائل)

ترجمہ:- بہر حال سلف نے جو اختیار کیا اور مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو اتفاق کیا ہے وہ قرطبی میں مذکور ہے۔ "مہدی علیہ السلام سے متعلق جو حدیثیں ہیں اپنے راویوں کی کثرت کی وجہ تواتر کے درجے کو پہنچ گئی ہیں۔

---

(1) شریعت پناہ علامہ قاضی منتخب الدینؒ جونیری علاقۂ خاندیس میں منصبِ قضاءت پر مامور تھے اور صاحبِ باطن بھی تھے۔ اُنھیں الہام ہوا کہ مہدیٔ موعودؑ کا ظہور ہوا ہے۔ فوراً قضاءت چھوڑ کر نکل گئے ۔اُن دنوں سیدنا امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی علیہ السلام شہر بیدر (ضلع حیدرآباد دکن) میں تشریف فرماہوئے تھے۔ جہاں بیدر کے قاضی علاء الدین حضرت شیخ مومن توکلی مولانا ضیاء الدینؒ اور وغیرہ ومقامی علماء کے علاوہ حضرت قاضی منتخب الدینؒ بھی یہاں پہنچ کر تصدیق سے مشرف ہوئے ترکِ

دنیا کر کے ساتھ ہو گئے۔

قاضی صاحب نے ثبوتِ مہدیت پر عربی زبان میں ایک رسالہ "مخزن الدلائل" تصنیف فرمایا ہے۔ محمود

شیخ ابنِ حجر ہیثمی نے "القول المختصر" میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

قَالَ بعضُ ائمۃِ الۡحُفَّاظِ اَن کَون الۡمھدیِ مِنۡ ذُرِّیَۃِ عَلَیہ السلام تَواتُرت عَنۡہُ عَلَیہ السلام

ترجمہ:- بعض حفاظ ائمۂ حدیث نے فرمایا ہے کہ مہدیؑ کا آلِ رسول علیہ السلام سے ہونا حضرت رسول اللہ ﷺ سے تواتراً مروی ہے۔

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی نے "لمعاتِ شرح مشکوٰۃ" کے "باب الساعۃ" میں لکھا ہے کہ:-

قَدۡ وَرَدت فِیہِ الۡاَحادیث کثیرۃ متواترۃُ الۡمَعۡنَی۔

ترجمہ:- مہدی علیہ السلام کے بارے میں متواتر المعنی کثیر احادیث وارد ہیں۔

نیز لکھتے ہیں کہ:-

قَدۡ تَظاھَرتِ اَلۡاَحَادِیثُ الۡبَالِغَۃُ حَدُّ التَّوَاتر معنًا فِی کونِ المھدی من اھل البیتِ من ولدِ فاطمۃؓ

ترجمہ:- حضرت مہدی علیہ السلام کی اہلِ بیتِ رسول اللہ ﷺ اولادِ فاطمہ سے ہونے کی احادیث تواترِ معنوی کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔

بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء نے **اشراط الساعة** میں لکھا ہے کہ:-

احادیثے کہ دال اند بر خروج امام مہدی کثیر اند کہ مُبلغ آں بتواتر رسیدہ۔

ترجمہ:- مہدیؑ کی بعثت پر دلالت کرنے والی احادیث اِتنی کثیر ہیں کہ تواترِ معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہیں۔

اکابرِ اہلِ سنت اور علماء حدیث و اُصول کے ایسے بہت سارے اقوال ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کی احادیث تواترِ معنوی ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے۔ کیونکہ اِس نوع کی سب احادیث ایک زبان ہیں البتہ اختلاف ہے تو آثار و علامات میں ہے۔ اِسی لیے علماء کرام نے صرف مجیئ مہدیؑ یعنے ضرورت و بعثتِ مہدی اور فاطمی النسل ہونے کو حدِ تواتر میں داخل کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو چیز تواتر کے درجے میں ہو اُس سے قطعی و یقینی علم حاصل ہوتا ہے جس کا انکار نقل و عقل کے خلاف ہے۔ محدث علامہ حافظ ابن حجر مکی نے شرح "**نُخبةُ الفکر**" میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

وَ هٰذَا کونُ المتواتِر مفیداً لِلعِلمِ الیقِینِ وَھوالمتمدلِاَنَّ خبرَ المتواترِ یفیدُ العلمَ الضَّروریَّ وَ ھُوالذی یَضطِرّ الانسانُ الیه بحیث لَا یمکنه دفعَهَ۔

ترجمہ:- متواتر سے علمِ یقین کا فائدہ ہوتا ہے اور لائقِ اعتبار ہے کیونکہ خبرِ متواتر علمِ ضروری کا ایسا فائدہ دیتی ہے کہ جس کو ماننے پر ہر آدمی مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ اُس کا رد کرنا ممکن نہیں۔

اور اُصولِ فقہ کی معتبر کتاب "**اصول الشاشی**" میں (جو آج تک داخلِ نصاب بھی ہے) لکھا ہے کہ:-

ثُمَّ المتواترُ یُوجَبُ الْعلم القَطعیُّ وَیکُونُ رَدَّہ کُفُراً۔

ترجمہ:- حدیثِ متواتر سے علمِ قطعی واجب ہوتا ہے اور اِس کا ردّ کرنا کفر ہے۔

اب ناظرینِ کرام اندازہ فرماسکتے ہیں کہ یہ کیسی "مہتم بالشان پیشنگوئی" ہے۔ جس طرح قیامت وغیرہ پیشگوئیوں پر اعتقاد لازم ہے اِسی طرح بعثتِ مہدی علیہ السلام کی پیشنگوئی بھی ناقابلِ انکار ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سلفِ صالحین اہلِ سنت کا پیرو ایسی مستند و مستحکم پیشگوئی سے ہر گز روگردانی نہیں کر سکتا۔ اور ہم جب مومن ہیں تو مومن کی شان یہی ہونا چاہیے کہ:-

وَمَا لَنَا لَا نُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَ نَا مِنَ الْحَقِّ ۙ (سورۃ المآئدۃ۔ 84)

ترجمہ:- اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ پر اور ہر اُس چیز پر جو اللہ کی طرف سے آئے ایمان لائیں۔

افسوس ہے کہ نیاز صاحب نے تو صرف حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق پیشگوئی ہی کو نہیں، بلکہ آنحضرت ﷺ کی عام پیشگوئیوں کو چنداں ناقابلِ لحاظ کہدیا ہے۔ اور اِس زعمِ باطل کی بنا اپنی اِس غلط فہمی پر رکھی ہے کہ "خود رسول اللہؐ نے صراحتہً فرمادیا ہے کہ مجھے علمِ غیب نہیں۔"

ہم یہاں ناظرینِ کرام کو یہ بتلانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مقالہ نگار صاحب سے ایسی غلطی کیوں واقع ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اُنھوں نے دوسروں کے خیالات کا اقتباس کرنے اور خود اپنی رائے قائم کرنے میں اُصولِ تحقیق کا کوئی لحاظ نہیں رکھا محض اعتراض کی دُھن میں جو جی چاہا لکھدیا۔ چنانچہ مسئلۂ مہدیت کی نسبت ابنِ خلدون کے خیالات کی پیروی کی ہے۔ اور مذہبِ مہدویہ کی نسبت غالباً "ہدیۂ مہدویہ" سے استفادہ کرکے غلط بیانیوں میں مبتلا ہوگئے ہیں اور لطف یہ کہ صرف پیروی ہی نہیں کی بلکہ دو قدم آگے نکلنے کی کوشش کی ہے۔

حالانکہ پہلے غور کرلینا چاہیے تھا کہ ابنِ خلدون نے جن روایات متعلقہ حضرت مہدی علیہ السلام پر

جرح کی ہے کس حد تک اُصول وضوابط کے مطابق ہے وہ بھی ایسی صورت میں جب کہ اکابرِ اہلِ سنت نے اُن روایات کو تواترِ معنوی تسلیم کر لیا ہو۔

اگر وہ اِس کی تحقیق کرتے تو معلوم ہوتا کہ روایاتِ متواترہ کے راویوں کے ضعف و قوت سے بحث نہیں کی جاتی اور ایسا کرنا اُصولِ حدیث کے بھی خلاف ہے۔

دیکھئے محدث علامہ حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری شریف نے "شرح نجته الفکر" میں تحریر فرمایا ہے۔

وَالمتواتِرُ لَا یُبحَثُ عن رِجالہٖ بِلَ یجبُ العملُ بہٖ مِنَ غیر بحث لِا یجا بہٖ الیقین وَاِنَ وَرَدَ عَنِ الفسَّاق بِلَ عنِ الکفرۃِ (ماخوذ از ابراز الوہم الکنون (1))

ترجمہ:- خبرِ متواتر (کی شان یہ ہے کہ) اِس کے راویوں سے بحث نہیں کی جاسکتی بلکہ اِس پر بغیر بحث کے عمل کرنا واجب ہے کیونکہ خبرِ متواتر موجبِ یقین ہوتی ہے اگرچہ وہ روایت فاسقوں بلکہ کافروں سے ہوئی ہو۔

---

(1) حال میں مطبوعہ الترقی دمشق شام سے عربی زبان میں ایک کتاب "ابراز الوہم الکنون من کلام ابنِ خلدون" شائع ہوئی ہے جس میں ابنِ خلدون کی جرحِ احادیثِ مہدی پر بحث کر کے ابنِ خلدون کی غلطیاں دکھائی گئی ہیں۔ یہ کتاب بمبئی کے کتب خانے سے بھی مل سکتی ہے۔

اور غور کرنا چاہیے تھا کہ سلف الصالحین اہلِ سنت و اکابر علماء اُصولِ حدیث و اُصولِ فقہ کے مسلمہ ضابطوں کے مقابلے میں کیا ایک مورخ کے قول اور اُس کی ذاتی رائے کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔؟!!!

اِسی طرح جب مذہبِ مہدویہ پر خامہ فرسائی کی ضرورت پیش آئی تو نیاز صاحب کا اُصولی کام یہی تھا کہ مہدویہ کے معتقدات و مسلمات کو حاصل کر کے اُن پر نقد و تبصرہ کرتے۔ اِس کے بجائے اگر اُنھوں نے

ایسی کتاب سے استفادہ کیا جس کا کوئی صفحہ اور کوئی سطر مخاصمانہ انداز سے خالی نہیں۔ حالانکہ ایسے موقع پر ایک دانشمند اور اُصولی آدمی کی نظر ضرور کھٹک جاتی ہے اور ایسی کتاب پر سے بغیر تحقیق کسی کو موردِ الزام بنانے کی جرءت نہیں کرتا کیونکہ دنیا کا کوئی قانون اور ضابطہ ایسا نہیں ہے کہ صرف خَصَم کے بیان پر فیصلہ ہو! اگر مقالہ نگار صاحب نے کوئی ایسا ضابطہ تراش بھی لیا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اُن مخاصمین و معاندین کے متعلق کیا کہہ سکیں گے جو حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی نسبت غلط بیانیاں اور بے جا تحریفات کرتے ہیں۔!!!

غرض مقالہ نگار صاحب نے جذباتی رو میں ایسی بے اُصولی اور بے احتیاطی کی کہ اُنھیں احادیثِ متواترہ اور آیاتِ واضحہ کا بھی لحاظ نہ رہا اور مذہبِ مہدویہ مسئلۂ مہدیت اور علمِ غیب کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطیاں کیں۔

واضح ہو کہ اِس رسالہ میں صرف آنحضرت ﷺ کے "علمِ غیب" اور "پیشگوئیوں" سے متعلق بحث کی گئی ہے اور مسئلۂ مہدیت اور مذہبِ مہدویہ سے متعلق جو اعتراض نیاز صاحب نے کیے ہیں اُس کا جواب ایک کتاب میں شایع ہوا ہے۔ جس کا نام "تنویر الابصار" بجوابِ اعتراضات رسالۂ نگار ہے۔ فقط

فقیر محمود غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ

ایک قابلِ ذکر بات

ہمارا یہ مضمون مہدویہ کے پاس نامکمل سمجھا جائے گا اگر ہم سیدنا امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی علیہ السلام سے متعلق کچھ عرض نہ کریں۔ کیونکہ جب آپؑ نے مہدئ موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو آپؑ کی صداقت کو اِسی معیار اور اُصول پر جانچنا ہوگا جن اُصول و معیار پر ہم انبیاء علیہم السلام کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔ آپؑ میں خلیفۃ اللہ کی "صفات" اور "استفاضہ و افاضہ" کی خصوصیات بھی ضرور پائی جانی چاہیے۔ اور جب یہ صفات و خصوصیات موجود ہوں تو آپؑ پر اُمورِ مغیبہ بھی ضرور منکشف ہونا چاہیے !!!

چنانچہ ہم مہدویہ کی مستند و معتبر کتبِ سیر کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے اخبارِ مغیبہ بھی کچھ کم نہیں۔!!!!

حالانکہ آپؑ نے بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرح "صراحتہً" فرمادیا ہے کہ "میں عالمِ غیب نہیں ہوں۔" روایت ہے کہ:-

حالانکہ آپؑ نے بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرح "صراحتہً" فرمادیا ہے کہ "میں عالمِ غیب نہیں

ہوں۔" روایت ہے کہ:-

ایک دفعہ آپؑ کے بیانِ قرآن کی مجلس میں ہزارہا آدمی آپؑ کی دعوتِ الی اللہ اور بیانِ رموز و نکات سے محظوظ ہو رہے تھے۔ چند آدمیوں کی ایک جماعت بھی آموجود ہوئی۔ اور آزمائش کے طور پر ہر آدمی نے اپنے دل میں ایک نئی بات سوچ رکھی تھی کہ آپؑ دلوں کی مخفی بات بیان کرسکتے ہیں یا نہیں؟!! جب یہ لوگ بیٹھ چکے تو امامنا علیہ السلام نے اُن کی طرف التفات فرماتے ہوئے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ (سورۃ الانعام 50)

ترجمہ:- میں تمھیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

اور یہ واضح کر دیا کہ "خلیفۃ اللہ عالِمِ غیب نہیں ہوتا" بلکہ وہی بات سناتا ہے جس کو سنانے کا اُسے منجانب اللہ حکم ہو۔!!!!

غرض اِس سے پہلے ہم نے اُمورِ مغیبہ کے اقسام (1) بیان کر دیے ہیں یہاں اُنھیں اقسام کے تحت حضرت امامنا علیہ السلام کے چند اخبارِ مغیبہ بیان کیے دیتے ہیں جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے اخبارِ مغیبہ سے بالکل مطابق ہیں۔

(1) بہتر ہوگا کہ ناظرینِ کرام پچھلے صفحوں پر اقسامِ مغیبہ سے متعلق حصۂ مضمون کو پھر ایک بار ملاحظہ فرمالیں تاکہ یہاں مطابقت کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

(1) پہلی صورت "خارج عن الادراک و المحسوسات" اُمور سے متعلق بیان کی گئی تھی۔ ملاحظہ ہو ایسے اُمور کا علم حضرت امامنا علیہ السلام کو بھی عطا کیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ:-

ایں جا جبرئیل ہست انا دعوئے جبرئیل نیست۔

ترجمہ:- یہاں بھی جبرئیل ہیں لیکن دعوئے جبرئیل نہیں ہے۔ (وحی کا دعویٰ نہیں ہے)

نیز روایت ہے کہ ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ:-

"جس طرح حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ پانچ ہزار نشان والے فرشتے" رہا کرتے تھے اُسی طرح بحکمِ خدا اور بمصداق رسولِؐ خدا (یَقْفُوا اَثَرِیْ وَلَا یُخْطِیْ) بندے کے ساتھ بھی رہا کرتے ہیں"

نیز روایت ہے کہ:-

قیامِ فراہ علاقۂ خراسان کے زمانے میں امامنا علیہ السلام رچ کی جامع مسجد کو آخری نمازِ جمعہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ ساتھیوں نے عرض کی حضرت! یہاں ٹھہرنے میں کیا مصلحت ہے؟ آپؑ نے فرمایا ملائکہ، نور کے طبقات کے ساتھ نازل ہو رہے ہیں اور حکمِ خداوندی ہو رہا ہے کہ تمھارے لیے یہ مقام ہم نے متبرک قرار دیا ہے۔ یہیں ٹھہر جاؤ۔ بعد میں یہی مقام آپؑ کا مدفن قرار پایا۔

اِن روایات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو فرشتوں سے بھی واقف فرمایا تھا۔

(2) دوسری صورت گزشتہ واقعات سے متعلق بیان کی گئی تھی۔ روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت امامنا

علیہ السلام کواِس قسم کے اُمورِ مغیبہ سے بھی واقف کرایا گیاہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ:-

حضرت امامنا فرمودند "حق تعالیٰ بندہ را مراتب و مقاماتِ جمیع انبیاء و اولیاء و مؤمنین و مؤمنات و احوالِ جملہ موجودات ہمچناں معلوم کردہ است چنانچہ کسے دانۂ خرول در دست وارو ہرطرف بگرداند۔

(نقلیاتِ میاں عبدالرشیدؓ مع ترجمہ و توضیحات)

ترجمہ:- حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ بندے کو تمام انبیاء و اولیاء اور سارے مومنین و مومنات کے مراتب و مقامات اور جملہ موجودات کے حالات اِس طرح معلوم کیاہے جیسے کہ کوئی رائی کا دانہ ہتھیلی پر رکھ کر ہر طرف پھیر پھیر کر دیکھتا ہے۔

ختم شد